آغا افتخار حسین

مسلمانوں کا پیرس پر "حملہ"

ہر ملک کے اہم تاریخی واقعات کا ذکر عموماً اُس کے ادب میں ملتا ہے۔ تقریباً ہر ملک کے قدیم ادب میں ایسی رزمیہ نظمیں ملتی ہیں جن میں قدیم بادشاہوں اور میدانِ جنگ میں اُن کے وزیروں اور سپہ سالاروں کے کارنامے بیان کیے گئے ہیں۔ فرانس کی گزشتہ دو ہزار سال کی تاریخ میں پیرس پر کئی حملے ہوئے، لیکن ایک حملے کا ذکر فرانسیسی ادب میں غالباً سب سے زیادہ زور و شور سے کیا گیا ہے۔ یہ مسلمانوں کے پیرس پر حملے کا ذکر ہے جو قدیم گیتوں اور رزمیہ نظموں میں کیا گیا ہے۔

لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ "حملہ" پیرس پر کبھی نہیں ہوا۔

گیارہویں اور بارہویں صدی عیسوی میں فرانسیسی زبان ابتدائی مراحل طے کر رہی تھی، جسے ہم اب ادب کا نام دیتے ہیں، اس قسم کی کوئی تخلیق اس سے پہلے فرانس میں موجود نہیں تھی۔ دنیا کی بیشتر قوموں کے ادب کی طرح فرانس میں بھی ادب کی ابتداء شاعری سے ہوئی۔ گیت اور نظمیں لکھی جاتی تھیں جنہیں شاعر یا مغنی ایک ساز وائی (Vielle) پر گاتے تھے جو سارنگی سے مشابہ تھا۔ یہ شاعر یا مغنّی شہر شہر، گاؤں گاؤں پھرتے تھے اور اُمراء کی حویلیوں کے سامنے یہ گیت ساز پر گاتے تھے۔ تقریباً اسی طرح جیسے اب بھی پنجاب اور سندھ کے دیہاتی مغنّی ہیں جو رانجھا، سسی پنوں، مرزا صاحباں کی منظوم کہانیاں سارنگی یا اسی قسم کے دوسرے مخصوص سازوں پر سناتے ہیں۔

گیارہویں صدی عیسوی کے آخر اور بارہویں صدی میں کچھ اسی قسم کے گیت گائے جاتے تھے جنہیں شانسوں اداژیست (Chansons De Geste) یعنی "کارناموں کے گیت" کہا جاتا ہے۔ ان گیتوں میں قدیم فرانسیسی بادشاہوں، سپہ سالاروں اور سپاہیوں کے جنگی کارناموں کا ذکر ہے، لیکن ان کا مقصد محض تفریح ہی نہیں تھا۔ یہ گیت ایک مقصد سے بھی لکھے گئے تھے، جس زمانے میں یہ گیت گائے جاتے تھے، وہ یورپ میں صلیبی جنگوں کا زمانہ تھا[1]۔ یورپ کو مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خطرہ تھا، اور اس خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے صلیبی جنگوں کے لیے بھرتی بڑے زور و شور سے جاری تھی، لیکن صلیبی جنگوں میں شامل ہونے کے لیے جوش زیادہ تر اُن علاقوں میں پایا جاتا تھا جو اسپین یا اُن ممالک کے قریب تھے جہاں مسلمان پہنچ چکے تھے۔ شمالی فرانس سے مسلمان ابھی بہت دور تھے۔ وہاں کے لوگوں میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے کوئی خاص جوش موجود نہ تھا۔ اِس لیے غالباً

ارباب حکومت و کلیسا (اور تاریخ شاہد ہے کہ یہ بظاہر متضاد ادارے عوام کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے اکثر ایک دوسرے کے ساتھ گٹھ جوڑ کرتے رہے ہیں۔) کے زیر اثر ایسے گیت لکھے گئے ہیں جن کا مقصد فرانسیسی عوام میں مسلمانوں کے خلاف منافرت اور انتقام کے جذبات بھڑکانا تھا۔ اس کام میں ذرا دشواری تھی کہ یہ بے چارے فرانسیسی عوام جانتے ہی نہ تھے کہ یہ مسلمان کون ہیں، اس لیے اُن سے نفرت کیوں کر کی جائے؟ کسی سے نفرت کرنے کے لیے کچھ اسباب تو ہونے ہی چاہییں۔ چنانچہ ان گیتوں میں "تاریخی" کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔ ان "تاریخی" کہانیوں میں کہا گیا ہے کہ دو تین سو سال پہلے شاہ شارلمان کے زمانے میں مسلمانوں[۲] نے فرانس پر بہت سے حملے کیے تھے۔ فرانسیسی بادشاہوں، سپہ سالاروں اور عوام پر ظلم کیا تھا، اس لیے اس ظلم کا انتقام مسلمانوں سے لینا چاہیے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ صلیبی جنگوں میں جوش و خروش سے شرکت کی جائے۔ ان حملوں اور مظالم کی تفصیل جن گیتوں میں بیان کی گئی ہے، وہ بہت طویل ہیں۔ ان میں سے بعض گیت تو بیس ہزار سے زائد اشعار پر مشتمل ہیں۔ ان کہانیوں میں مسلمانوں کے پیرس پر "حملہ" کا بھی ذکر ہے۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے، مسلمانوں نے پیرس پر کبھی حملہ نہیں کیا۔ آٹھویں اور دسویں صدی عیسوی کے درمیان مسلمان جنوبی فرانس میں پواتیے (Poitiers) کے مقام تک آئے تھے۔ اس کے بعد عیسائیوں اور مسلمانوں کا نقطۂ اتصال پہلے اسپین اور بعد میں بحیرہ روم کے مشرقی سرے پر رہا۔

ان گیتوں کا بہترین اور غالباً سب سے قدیم مخطوطہ آکسفرڈ کی باڈلین لائبریری میں موجود ہے جو ۱۱۷۰ء میں لکھا گیا تھا۔ یہ مخطوطہ ایک طویل رزمیہ نظم لاشانسوں درولاں (La Chongon de Roland) پر مشتمل ہے۔ اس کے مصنف کے نام کا صحیح پتا نہیں چلتا۔ ہماری شاعری کی طرح فرانسیسی شعراء اس زمانے میں اکثر اپنا نام یا تخلص نہیں دیتے تھے۔ نظم کے آخر میں یہ الفاظ تحریر ہیں۔

"یہاں اس کارنامے (کا بیان) ختم ہوتا ہے جو تورول نے کیا۔"

اب سوال یہ ہے کہ یہ "تورول" کس کا نام ہے؟ اصل قدیم فرانسیسی متن میں لفظ Declinet لکھا ہے جس کے لیے جدید فرانسیسی زبان میں فعل Decliner ہے۔ فرانسیسی زبان میں یہاں اس فعل کے تین معنی ہو سکتے ہیں، (یعنی اُردو کے فعل "کہا" کا فاعل تین طرح کا ہو سکتا ہے)۔ تورول یہ اشعار "کہنے والا" بھی ہو سکتا ہے۔ "لکھنے والا" بھی اور "گانے والا" بھی۔ معلوم نہیں تورول ان تینوں میں سے کس کا نام تھا[۳]۔

اس مخطوطے کو بیدیے (Bedier) نے پیرس سے شائع کیا ہے۔ ایک صفحے پر "لاشانسوں درولاں" یعنی رولاں کے گیت کا قدیم فرانسیسی متن ہے اور سامنے کے صفحے پر قدیم فرانسیسی متن کا جدید فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس ایڈیشن کے ساتھ بیدیے نے ایک تحقیقی مقالہ مقدمے

کے طور پر لکھا ہے جس میں اُس نظم کے ماخذ وغیرہ کے بارے میں اظہار خیال کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں چار ہزار دو سو اشعار ہیں۔ اس نظم میں جو داستان بیان کی گئی ہے وہ مختصراً یہ ہے کہ اس نظم کا ہیرو رولاں شہنشاہ فرانس شارلمان کا بھتیجا تھا۔ وہ ایک جنگ کے دوران میں لشکر سے علیٰحدہ ہو جاتا ہے اور اپنے چند دوستوں کے ساتھ مسلمانوں کی فوج میں گھر جاتا ہے[4] اور آخر کار مارا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد شارلمان اُس کے قتل کا انتقام لیتا ہے۔ مسلمانوں کو شکست ہوتی ہے اور شارلمان ایک مُور ملکہ کو عیسائی بنا کر اُس سے شادی کر لیتا ہے۔

اس داستان میں مسلمانوں کو بہت طاقت ور اور ظالم ظاہر کیا گیا ہے، بلکہ بعض جگہ انھیں جادو گر ظاہر کیا گیا ہے۔ ایک مقام پر بیان کیا گیا ہے کہ یہ مسلمان بڑھتے بڑھتے پیرس کے قرب و جوار تک پہنچ جاتے ہیں اور پیرس کا محاصرہ کر لیتے ہیں۔ یہ محاصرہ طویل مدت تک جاری رہتا ہے۔ مسلمانوں کا سپہ سالار شاہ فرانس کو چیلنج پر چیلنج دیتا ہے۔ ایک جگہ مسلمان سپہ سالار کہتا ہے۔

> ایک سال ختم ہونے سے پہلے ہم فرانس فتح کر لیں گے اور سین دانی[5] کو اپنا دارالحکومت بنائیں گے۔ (رولاں کا گیت، اشعار نمبر ۹۷۰ تا ۹۷۳)

فرانسیسی پیرس میں محصور ہیں اور طرح طرح کی تکالیف سے دوچار ہیں۔ اس کی تفصیلات میں کوئی ڈیڑھ سو اشعار لکھے گئے ہیں۔ مسلمانوں کو جی بھر کے بُرا بھلا کہا گیا ہے۔ آخر کار فرانسیسی فوج مسلمانوں کو شکست دیتی ہے اور پیرس کا محاصرہ ختم ہو جاتا ہے۔

اس نظم اور اس قسم کی دوسری نظموں میں جہاں مسلمانوں کے عیب گنوائے گئے ہیں اور انہیں ظالم اور جابر قرار دینے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی گئی، وہاں کہیں کہیں مسلمان سپاہیوں اور سپہ سالاروں کے حسن اور شجاعت کی تعریف بھی کی گئی ہے۔ مثلاً رولاں کے گیت میں سے مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ ہو۔

> اُس (مسلمان سپہ سالار) نے اپنا بھاری نیزہ اُٹھایا۔ وہ ہتھیار سے لیس گھوڑے پر سوار تھا
> --- اُس کا چہرہ بہار کے پھول کی مانند دمک رہا تھا۔ وہ حسن اور شجاعت کا نمونہ تھا۔
> اے خدا! کیا سجیلا شہزادہ تھا! کاش وہ عیسائی ہوتا! (رولاں کا گیت، اشعار ۳۱۵۸ تا ۳۱۶۴)

یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں کہ جس رزمیہ شاعری سے فرانسیسی ادب کی ابتداء ہوئی ہے، اُس میں مسلمانوں کا ذکر ملتا ہے۔ دراصل فرانسیسی عوام کو مسلمانوں سے کوئی مخاصمت نہ تھی۔ ان نظموں میں جو کچھ کہا گیا ہے، وہ محض جنگی اغراض کے لیے تھا[6]۔ یوں اس قسم کی رزمیہ نظمیں تقریباً دنیا کے ہر ادب میں ملیں گی۔ خود ہماری زبان میں ایسے ناولوں، قصے کہانیوں، جنگ ناموں کی کمی نہیں جن میں "لشکرِ اسلام" نے کفار سے جنگ کی، "کفار" کو شکست فاش ہوئی، اور سپہ سالار کسی غیر مسلم دوشیزہ کو مشرف بہ

اسلام کرنے کے بعد نکاح میں لے آیا۔ اور ہم جانتے ہیں کہ ان میں سے بیشتر کہانیوں کا تاریخی حقائق سے کوئی تعلق نہیں۔ ادب نے اکثر تاریخ کو رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ادب تاریخ نہیں ہوتا لیکن بعض اوقات تاریخ پر ایک نئے زاویے سے روشنی ضرور ڈالتا ہے۔

حواشی

۱۔ ابتدائی چار صلیبی جنگیں اسی زمانے میں ہوئیں، یعنی ۱۰۹۵ء، ۱۱۴۷ء، ۱۱۸۹ء اور ۱۲۰۰ء میں۔

۲۔ اس زمانے میں مسلمان مجاہدین کو فرانسیسی زبان میں Sarrasins کہا جاتا تھا۔ یہ لفظ لاطینی Sarraceni سے ماخوذ ہے جو ایک قدیم قبیلے کا نام تھا۔ یورپ کے قرون وسطیٰ کے ماہرین اشتقاقیات اس لفظ کا تعلق سارہ (حضرت ابراہیم کی زوجہ) سے بیان کرتے تھے۔ فرانسیسی رزمیہ نظموں میں مسلمانوں (سارا سینیوں) کے ذکر کے متعلق دیکھیے:
ولیم وسٹر کمفورٹ William Wister Comfort کا مضمون بہ عنوان:
The Literary Role of Saracens in the French Epic. "Journal of Modern Language Association of America." کی جلد ۴۵، ستمبر ۱۹۴۰ء، شمارہ ۳ صفحات ۶۲۸ - ۶۵۹ پر شائع ہوا۔ اور مزید دیکھیے E. Langlois کی کتاب موسومہ "Table des noms propres de toute nature contenus les Chansons de geste." (Paris, 1904) صفحہ ۱۲۷۔

۳۔ دیکھیے Surer اور Castex کی کتاب "فرانسیسی ادبیات کا مطالعہ (Manuel des etudes litteraires Francaises) جلد اول - (قرون وسطیٰ) صفحہ ۱۰۔ اس مضمون کی تیاری میں میں نے کئی جگہ اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔

۴۔ تاریخی اعتبار سے یہ مسلمان نہیں بلکہ عیسائی ہی تھے۔ اس کا اعتراف مذکورہ بالا کتاب میں کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۹

۵۔ سین دانی Saint Denis موجودہ پیرس کا ایک حصہ ہے۔

۶۔ یہ رائے بیدیے کی بھی ہے۔ ملاحظہ ہو لاشانسو درولاں (مقدمہ)۔ فرانسیسی ادبیات کے بارے میں جس کتاب کا اس مضمون میں حوالہ دیا گیا ہے، اس کے مصنفین نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۹